

جناب قاضی محمد اسلم صاحب سیف فیوز پوری

میلاد النبی کا پیغام

ربیع الاول کی ۹ تاریخ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ نبی پاکؐ تاریخ کے اس دور میں پیدا ہوئے جب کہ ظلم و جور، جبر و تشدد، قتل و غارت، غصب و نهب، خونریزی، خون آشامی، دزدگی، دھت و بربریت، زنا، بوا، شراب، لوٹ مار، زہری، دُکیتی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ بدبختی اور شقاوت قلبی کی انتہا یہ ہے کہ اپنی بچوں کو زندہ گور کرنا باعثِ فخر سمجھا جاتا تھا۔ خدا کے بندے خدا تعالیٰ کے خلاف بغاوت کر چکے تھے۔ شرک بت پرستی کا یہ عالم تھا کہ بیت اللہ جو دنیا میں سب سے پہلا خدا کا گھر تھا اس میں تین سو ساٹھ بت پوجا پاٹ کے لئے رکھے ہوئے تھے بلکہ بتوں کی کئی اقسام تھیں۔ سفر، خضر، تجارت، کاروبار، معاملات، اولاد، صلح و جنگ بچے اور بچیاں لینے کیلئے ان کی الگ الگ قسمیں تھیں۔ عرب بت پرستی میں اتنے جدت، اندرت اور نزوع پسند تھے کہ وہ باسی خدا تعالیٰ کا قائل نہ تھے۔ ہر روز کی مشکل کشائی کے لئے ان کے الگ الگ خدا تھے۔ جہالت عام تھی۔ عربوں کی نخوت اور کبر و غرور کا یہ عالم تھا کہ وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں گردانتے تھے۔ الہیاء باللہ وہ نشہ طاقت میں اس قدر مخمور تھے یا وہ اس زعم میں مبتلا تھے کہ ہم آٹھ آٹھ فرشتوں کو بیک وقت اپنی بغل میں لے کر کچھ نہ کال دیں گے۔ الہیاء باللہ۔ ان کی لڑائی شروع ہو جاتی تو صدیوں جاری رہتی۔ جانوروں کو پانی پلانے یا گھوڑا آگے بڑھانے پر جھگڑا ہو جاتا تو وہ نسلا بعد نسل جاری رہتا۔ بنو تغلب اور بنو بکر کی لڑائی صرف فاختہ کے گنڈا ٹوٹنے پر ہوئی، چچاس برس تک جاری رہا۔ بے شمار نوجوان دونوں طرف سے کٹ گئے۔ عورت کو عرب کی سوسائٹی میں انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ غلاموں کو ڈھور اور ڈنگر سمجھا جاتا تھا۔ سودی کاروبار اور جوا بازی نقطہ عروج پر تھی۔

عربوں کے یہاں شاعر کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ شاعر کا ایک شعر دو قبیلوں کو مشکل کر کے مسلح تصادم کا ذریعہ بن جاتا جس سے کشتوں کے پستے لگ جاتے۔ خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔ دوسرا شاعر اٹھتا تو اس کا ایک شعر تلواروں کو میالوں میں کر دیتا اور لڑائی کو بھڑکتی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا۔ غرض عرب شرافت، نجابت، انسانیت، شائستگی اور تہذیب و تمدن سے بالکل غاری تھے۔

محض طور پر صورت حال یہ تھی کہ یہود نسلِ انبیاء اور اہل کتاب ہونے کے باوجود حضرت مزید علیہ السلام

کو ابن اللہ کہتے تھے۔ قریبی آسمانی مذہبِ میحیت تھا۔ یہی تثلیث کے قائل تھے۔ دنیا کی مہذب اور متقدم قوم اہل ایران یزدان اولیٰ ہمن کی مشکل کشائی کے قائل تھے۔

چینی خاقان چین کو اپنا خدا سمجھتے تھے۔ مصری اپنے سربراہ ملک کو خدا کا اتار خیال کرتے تھے۔ ہندوستان میں اس زمانے میں کروڑوں خداؤں کی پوجا ہوتی تھی ایسے تیرہ و تار ماحول اور ظلمتِ کدہ و ہر میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھولیں رحمتِ حق نے جوش مارا اور نورِ ربیع اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کا دن ہے۔ یہی وہ دن ہے جس کی آمد سے کفر و عسکر کا اندھیرا دنیا سے مٹ گیا۔ لوگوں کو ایک خدا کی معرفت حاصل ہوئی۔ ظلم اور جور کا خاتمہ ہو گیا۔ غلام اور آقا کی تیز ختم ہو گئی۔ رنگ خون اور نسل کے امتیازات اٹھ گئے۔ عورت کو مرد کے برابر درجہ ملا و طرکشی کا سہ باب ہو گیا۔ وہ جو بکریوں کو پہلے پانی پلانے اور گھوڑا آگے بڑھانے پر ایک دوسرے کے جانی دشمن بن جاتے تھے بھائی بھائی بن گئے۔ ان کی صدیوں پرانی دشمنیاں ختم ہو گئیں۔ جہالت کے بادل چھٹ گئے اور روشنی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ نورِ ربیع الاول کا دن ایسا ہے جسے مسلمان کبھی بھول نہیں سکتے یہ انسانیت کی آزادی اور نجات کا دن ہے۔ یہ یومِ رحمت ہے۔ یہ دینِ اسلام کی تکمیل کا پیغام لانے والے کا یوم ولادت ہے اور دینِ حق کی بنیاد رکھے جانے کا دن ہے۔ لیکن ہم جس چھوٹے انداز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دن مناتے ہیں وہ انتہائی غیر شائستہ و نامناسب اور غیر موزوں ہے۔ گدھا گاڑیوں، سدا گاڑیوں، گھوڑا گاڑیوں، اونٹ گاڑیوں، ٹرایوں، ٹرکوں میں بیٹھ کر جو جھنگڑا ڈالا جاتا اور فلمی دہنوں میں جو نعتیں گائی جاتی ہیں ظہر اور عصر کی ناز کا جو جھٹکا کیا جاتا ہے وہ ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کے بالکل منافی بلکہ خلاف ہے۔ جھنڈیوں سے جس طرح بازار سجائے جاتے ہیں اور عمرلوں سے جو نود و نمائش کی جاتی ہے رات کو شہروں اور محلوں کو بجلی کے قہقروں اور چراغاں سے جو بقدر نور بنایا جاتا۔ اس کا دین، حضورِ پاک کی سیرت اور سنت سے کیا تعلق؟ اہم سے ان تمام سوانح اور کھیکھک کا وجود شرعیتِ اسلامی اور سنتِ رسول کے قطعاً خلاف ہے۔ جتنی میلاد النبی کے نام سے جو لاکھوں اور کروڑوں روپیہ اسراف و تبذیر کی مذکور کیا جاتا ہے۔ اس سے اگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر مختلف زبانوں میں کتابیں شائع کر کے دنیا میں تقسیم کر سکیں تو کتنے خوشگوار نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ ہماری حکومت کو بھی یہ میلاد النبی کی سرپرستی کر کے بزمِ علم و خد مذہبی ہونے کا ایک ستارہ اور آسان نذر دستیاب ہو گیا ہے۔ ضرورت تو اس امر کی ہے کہ اس موقع پر ہم تجدیدِ مہد کریں اور اپنے سیرت و اعمال میں دور رس تبدیلیاں پیدا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے سہنے میں مکمل طور پر ڈھل جائیں اور پوری دنیا کو اسلامی انقلاب کی دعوت دیں۔

ہی۔ اس طرح دراصل معلم کی عزت نفس محفوظ رہتی ہے اور معاشرے میں اس کو ایک موزوں مقام ملتا ہے، جس کا وہ جائز طور پر مستحق بھی ہے۔

نصاب تعلیم کے بارے میں ہماری معلومات بہت محدود ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف جگہوں پر مختلف مضامین کا نصاب رائج تھا۔ گویا دورِ اقل ہی میں یہ بات تسلیم کر لی گئی تھی کہ نصاب تعلیم مختلف معاشروں کے درمیان مختلف ہونا چاہیے۔ سب کو ایک ہی طرح پڑھانا، ایک ہی مضمون سکھانا اور طلباء کے مزاج اور ان کے ماحول اور ضرورتوں کا لحاظ نہ رکھنا کوئی اچھی بات نہیں۔ چنانچہ مختلف جگہوں پر مختلف مضامین کی تربیت دی جاتی۔ اس نصاب تعلیم کی سب سے اہم خصوصیت یہ تھی کہ یہ چند کتب پر مشتمل نہ تھا بلکہ اس کا سارا دارومدار معلمین پر تھا۔ جب ایک استاد جو کچھ وہ جانتا ہے اپنے طلباء کو بتلا دے تو اس کا نصاب پورا ہو گیا۔ اس نظام تعلیم سے طلباء اور اساتذہ میں تحقیق و جستجو کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور وہ ہر وقت مزید علم کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں، لیکن جو مضمون سب جگہ مشترک تھا وہ ہے قرآن و سنت کی تعلیم، اس لیے کہ اسلامی معاشرے کی بنیاد ہی ان علوم پر ہے۔ اس مضمون کے علاوہ رسول اکرمؐ نے جن مختلف علوم کے حصول کا حکم دیا، ان میں نشانہ بازی، پیرا کی، تیم تیرکہ، مبادی طب، علم میسیت، علم الانساب اور علم تجوید خاص طور پر شامل ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نصاب تعلیم کا تعین عمر کے مطابق ہوتا تھا، چنانچہ بچوں کے لیے الگ نصاب تعلیم تھا۔ اس سلسلے میں احادیث میں بتایا گیا ہے کہ بچوں کو کن کن چیزوں کی تعلیم دی جانی چاہیے۔ ان میں خاص طور پر نشانہ بازی اور پیرا کی قابلِ ذکر ہیں۔ اسی طرح نماز پڑھنے کا طریقہ بھی بچوں کے نصاب میں شامل تھا۔

تعلیم نسوان کے سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ انتظام کیا۔ چنانچہ آپؐ نے خود ہفتے میں ایک دن مقرر کر لیا تھا، جب آپؐ خود تہ کے اجتماع میں تشریف لے جاتے، ان کو تعلیم دیتے اور ان کے سوالات کا جواب دیتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لیے چرخہ کا تنہا کرنا، ترغیب بھی دی۔ ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قانون سے یہ خوش فہمی رکھی تھی کہ وہ آپؐ کی بیوی کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ آپؐ کی زوجہ سہرات میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کو کئی علوم میں عبور تھا، جن میں ادب، شاعری اور طب شامل ہیں۔ قرآن مجید میں رسول پاکؐ

کی بیویوں کا ایک فرض یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ دوسری عورتوں کو تعلیم دیں۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جو کسی لونڈی کا مالک ہو اسے چاہیے کہ وہ اسے اچھی تعلیم اور اچھی تربیت دینے کے بعد آزاد کرے۔ جب اسلامی ریاست کی حدود وسیع ہوئیں اور مدینہ سے باہر کے لوگوں نے بھی دعوت حق پر لبیک کہنا شروع کیا تو ان کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک وسیع نظام تعلیم کی بنیاد رکھی گئی جو ریاست کی تمام ضرورتوں کو پورا کرے، چنانچہ گورنروں کے فرائض منصبی میں یہ بھی عراجت ہوتی تھی کہ وہ اپنے علاقے کے لوگوں کے لیے قرآن و حدیث کی تعلیم کا بندوبست کریں۔ صوبے کی درس گاہوں کا معیار بلند کرنے کے لیے رسول اکرمؐ نے ناظر تعلیمات (EDUCATIONAL INSPECTORS) مقرر کیے۔ چنانچہ یمن میں ایک صدر ناظم تعلیمات مقرر کیا جس کا کام یہ تھا کہ وہ اپنے ماتحت علاقے کا دورہ کرتا رہے اور وہاں کے تعلیمی نظام کی

مدینہ منورہ

آنکھوں میں، لیے حسرت دیدارِ مدینہ ہو جائے نہ رخصت کوئی بیمارِ مدینہ
نکھنے کی یوشی حسرت دیدارِ مدینہ ہر آنکھ ہواک روزن دیوارِ مدینہ
خدام کی صف میں ہیں سلاطینِ زمانہ اللہ سے یہ عظمت دربارِ مدینہ
جب جہوم کے انٹیں سرگسار گشتائیں صد جام بکف ہو گئے سنے خوارِ مدینہ
بھرا اعتنا ہے دل دردسا اعتنا ہے بھر میں میں سنتا ہوں جس وقت بھی اخبارِ مدینہ
سینے سے لگا لوں اسے آنکھوں میں چھپا لوں جو کہ اب شیریں پہ ہو گفتارِ مدینہ
پھر وجد میں آجاؤں میں جہوم آئے مرادل لا بہ صبالا، کبھی اخبارِ مدینہ
ہے قرینت محبوب پس مرگ بھی حاصل اللہ سے خوش بخشتی انصارِ مدینہ
دیتے ہیں، دوانیں مجھے بیمار سمجھ کر یہ کس کو خبر مجھ کو ہے آزارِ مدینہ
ہے اس کو مدد اہی مدینے کی زیارت آزارِ مدینہ ہے یہ آزارِ مدینہ
بھر جاؤ گئے، نئے یہ مری سوئی ہوئی تقدیر پھر خواب میں آجائے وہ دلدارِ مدینہ
ہم میں ہوں، کبھی نہیں طرح بادیہ پیا اے راو رو را کب رہوارِ مدینہ